

کوئی وردی سنبھال رہا تھا۔ ساری فوج میں دوسرے دن لڑنے کی خوشی ہی خوشی پھیلی ہوئی تھی کہ یکا یک راؤ جی کا یہ حکم صادر ہوا۔

سرداروں کو فوراً کھٹکا ہوا کہ راؤ جی ہم سے بدظن ہو گئے ورنہ جیتی جتنائی لڑائی چھوڑ کر یوں کوچ کا حکم ہرگز نہ دیتے۔ سب کے سب جمع ہو کر راؤ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ ہماری طرف سے دل میں کسی قسم کی بدگمانی نہ رکھیے۔ ہم مرتے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ ہم لڑ کر جان دے دیں گے، مگر میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔ ہم شیر شاہ سوری سے ہرگز نہیں ملے۔ ضرور آپ کو کسی نے مغالطہ میں ڈال دیا ہے، پر راؤ جی کو یقین نہ آیا اور فوج کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

شیر شاہ نے غنیمت کو یوں میدان سے بھاگتے دیکھ کر بیرم جی اور دوسرے سازشی سرداروں کے ہمت دلانے سے راؤ جی کا پیچھا کیا۔ جب راؤ جی باہرہ ضلع جیتا رن کے پاس سمبل ندی سے اترے تو ان کے سورا سردار جیتا اور کونپا نے عرض کی کہ یہاں تک جو سر زمین ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ آپ کی جیتی ہوئی تھی اور ہمارے قبضہ میں تھوڑے ہی دنوں سے تھی مگر اب یہاں سے آگے ہمارے بزرگوں کی جائیداد ہے۔ ہم ایسے کپوت نہیں ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے ملک کو یوں سبج میں چھوڑ کر چلے جائیں آپ جاتے ہیں خوشی سے جائیں۔ ہم تو شیر شاہ سے یہیں جم کر لڑیں گے وہ بھی تو دیکھے کہ راجپوت زمین کے لیے کیسی بے دردی سے لڑ کر مان دے دیتے ہیں۔

راؤ جی نے کہا یہاں لڑنا فضول ہے۔ اب چلے ہیں تو جو دھپور ہی پہنچ کر لڑیں گے مگر جیتا کونپا نے نہ مانا۔ وہ اپنے دس ہزار جانباز دلاور راٹھوروں کو لے کے پلٹے اور بادشاہی فوج پر پل پڑے اور ایسا جی توڑ لڑے کہ بادشاہ سمجھا اب ہار اب ہار امبر دس ہزار راجپوت پچاس ہزار آدمیوں کے مقابلے میں کیا کر سکتے تھے۔ ہاں انہوں نے اس

راجپوتے دلیری کا نمونہ دکھایا جو فتح پور سیکری ہلدی گھاٹ چتوڑ گھڑ کے میدانوں  
 میں بارہا ظاہر ہو چکی ہے اور اگرچہ سب کے سب کھیت رہے مگر اپنی بہدری کا سکہ  
 بادشاہ کے دل پر جما گئے۔ شیر شاہ نے خدا کا دو گانہ شکریہ ادا کیا اور سرداروں سے کہا  
 بڑی خیریت ہوئی ورنہ مٹھی بھر باجرے کے لیے ہندوستان کی سلطنت ہاتھ سے گئی  
 تھی۔ دوسرے دن اس ہار کی خبر پا کر راؤ جی نے سیوانے کی طرف باگ موڑی۔ جو  
 دھپور کو لکھا کر قلعہ کی خوب تیاری کروا اور رانیوں کو ہمارے پاس بھیج دو۔ روٹھی رانی  
 کو بھی یہی پیغام دے دو۔ قلعہ دار نے حکم پاتے ہی سب رانیوں کو سیوا کرنے بھیج  
 دیا۔ جو دھپور سے پچھتم میں تیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور خود قلعہ درست کر کے  
 لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو بیٹھا جو راٹھور سردار جی کو بدگمانی سے رنجیدہ خاطر ہو کر  
 الگ ہو گئے تھے اور نیز وہ جو جیتا اور کونپا کے ہمراہیوں میں سے بچ رہے تھے وہ  
 سب مل کر کوسانے میں روٹھی رانی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس طرح رانی کے  
 پاس جانبازوں کی ایک خاصی جماعت تیار ہو گئی۔ رانی نے باجوہ قلعہ دار کے متواتر  
 تقاضوں کے کوسانے سے کوچ نہ کیا۔

شیر شاہ خود تو نہ آیا مگر اس نے اپنے سردار خواص خان کو پانچ ہزار سپاہیوں کے  
 ساتھ جو دھپور فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے آ کر قلعہ گھیر لیا۔ قلعہ دار اس سے کئی  
 دن تک لڑا۔ مگر جب قلعہ کا سب پانی خرچ ہو چکا تو اس نے دروازہ کھول دیا ایک  
 گھمسان لڑائی لڑ کر مر گیا۔ قلعہ پر خواص خان کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح راؤ جی کی بد  
 گمانی اور بزدلی نے دشمنوں کے ہاتھ میں زبردستی فتح کا جھنڈا دے دیا۔

جیتا اور کونپا کے مارے جانے کے بعد بھی راؤ جی کے پاس ستر ہزار سپاہ تھی۔ اگر  
 بجائے سیوانے کے جو دھپور آتے اور ساری جماعت سے مقابلہ کرتے تو قین تھا کہ  
 بادشاہ کو شکست ہوتی ورنہ یہ نوبت آگئی کہ پانچ ازار آدمیوں نے جو دھپور کا محاصرہ  
 کر کے اسے فتح کر لیا۔ راجپوتوں نے جہاں بے حد دلاوری دکھائی ہے۔ وہاں بسا

اوقات فنون سپہ آرائی اور نقل و حرکت کی خامی کا ثبوت دیا ہے۔ خواص خاں نے قلعہ پر اپنا تسلط جما کر فوج کا ایک حصہ بیکانیر کو روانہ کیا کہ وہ راؤ جیستی کے لڑکے کلیان مل کا وہاں عمل دخل کرادیا۔ اسی طرح بیرم جی کے ساتھ بھی تھوڑی سی فوج میسر تہ فتح کرنے کے لیے بھیجی۔

اتنے میں خواص خاں کو خبر ملی کہ راٹھور کو سنانے میں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ فوراً پچھا اور روٹھی رانی سے کہلایا کہ یا تو ہم سے لڑو یا جگہ خالی کرو۔ رانی نے جواب دیا کہ میں لڑنے کو تیار ہوں۔ تیرا جب مزاج چاہے آج میں عورت ہوں تو کیا مگر راجپوت کی بیٹی ہوں۔

خواص خاں نے اپنے سرداروں سے صلاح کی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا ابھی تھوڑے سے راجپوتوں نے بادشاہ سے لڑ کر آفت مچا دی تھی۔ ان کے ساتھ راجہ بھی نہ تھا۔ اگر وہ ہوتا تو نہیں معلوم کیا غضب ہو جاتا۔ اب پھر انہیں سے خواہ مخواہ جھڑامول لینا کیا ضروری ہے۔ اگر چہ راجہ یہاں نہیں ہے مگر رانی تو ہے اس کے سردار اپنی رانی کی عزت بچانے کے لیے جی توڑ کر لڑیں گے اور رانی خود بھی دبنے والی نہیں نظر آتی۔ خواص خاں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے پر اگر یہاں سے بلا لڑے چلا جاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ مرد ہو کر ایک عورت کے سامنے سے بھاگ گیا۔ سرداروں نے جواب دیا عورت سے نہ لڑنے میں اتنی ذلت نہیں جتنی اس سے ہار جانے میں۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ اس امر میں بادشاہ کے رائے کی استدعا کی جائے۔

بادشاہ اس وقت اجمیر میں تھا اور رانا اودھ سنگھ پر چڑھائی کرنے کی فکر میں تھا۔ خواص خاں کی عرضی پہنچتے ہی اس نے جواب دیا کہ اب اس بھڑوں کے چھتے کونہ چھڑو۔ جہاں تلک قبضہ میں آگیا ہے اسی کو غنیمت سمجھو۔ ہاں اگر وہ خود لڑنے آئیں تو میدان سے نہ ہٹو۔ یہ جواب پا کر خواص خاں نے روٹھی رانی سے لڑائی کرنے کا

ارادہ ترک کر دیا۔ ہاں اس کے پاس کہا بھیجا کہ یہاں میرا شکر پڑا ہے حکم ہو تو وہاں ایک گاؤں بسا کر چلا جاؤں تاکہ آپ کے ملک میں میرا بھی نشان رہ جائے۔

رانی نے کہا نام نیکی سے رہتا ہے گاؤں بسانے سے نہیں۔ اس وقت جو دھپور کا حاکم ہے اگر تو رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا۔ اسے آرام چین سے رکھے گا تو آپ تیری یادگاریں بناویں گے۔

خواص خاں نے گزارش کی ”خدا آپ کی زبان مبارک کرے۔ میں جو اپنے ہاتھ سے کر جاؤں۔ وہی اچھا ہے۔ پھر نہیں معلوم یہاں میرا رہنا ہو یا نہ ہو۔“

رانی نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کیا نقصان ہے۔ اپنے دیس میں ایک اور گاؤں بڑھ جائے گا۔ چنانچہ رانی نے خواص خاں کی درخواست منظور کر لیا اور وہ نیک مر خواص پور بسا کر سمت 1600 میں وہاں سے چل بسا۔

### راؤ جی کی وفات

سمت 1602 میں شیر شاہ اس دار فانی سے سدھارا۔ اس نے سلطنت کا انصرام بڑی دھوم دھام سے کیا تھا اور اس کی انصاف پسندی ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ راجہ ٹوڈرمل اسی بادشاہ کے دربار میں پہلے نوکر تھا اور وہ آئین لگان جو اکبر کے نام سے منسوب ہیں اسی بادشاہ کی تدبیر کے نتیجے میں۔

شیر شاہ کی وفات کی خبر پھیلنے ہی راؤ جی کے راجپوت ادھرا دھر سے خواص خاں پر حملہ کرنے لگے۔ وہ بھی کچھ دنوں تک ان کا بڑی جوانمردی سے سامنا کرتا رہا آخر کار جو دھپور کے بازار میں مارا گیا۔ روٹھی رانی کی ہدایت سے اس نے جو دھپور والوں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا تھا۔ اس لیے وہ لوگ اس کی لاش کو بڑی عزت سے خواص پور لے گئے۔ وہاں اس کا مقبرہ بنوایا، اس کے نام کا گاؤں بنوایا، باغ لگوایا اور ایک یادگار قبر جو دھپور میں بنوائی۔ دونوں جگہ اس کی قبر پر مٹیں چڑھنے لگیں۔ ہندو مسلمان دونوں آج تک وہاں چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

اور اس کا نام عزت سے لیتے ہیں۔ یہ سب اس کی نیکی کا پھل ہے جو بہت کم بادشاہوں کو میسر ہوا ہے۔

راؤ جی بھی سیوانے سے راستہ کے افغانی تھانوں کو اٹھاتے ہوئے لڑتے بھڑتے جو دھپور پہنچ گئے اور پھر سے جو دھپور میں رات گھروں کا راج ہوا۔ اس کے ساتھ ہی خانگی جھگڑے بھی شروع ہوئے جن کا باعث جھالی رانی سروپ دئی تھی۔

راؤ جی کا بڑا بیٹا مارام رانی لاچھل دئی کچھواہی سے پیدا ہوا تھا۔

اور او دے سنگھ اور چندر سین رانی سروپ دئی سے تھے۔ ہیرا دئی اور سروپ دئی دونوں چپری بہنیں تھیں۔ وہ اپنے اپنے بیٹھوں کے فائدے کے خیال سے راؤ جی کو مارام کی طرف سے جھوٹی سچی باتیں بنانا کر بدظن کیا کرتی تھیں۔ رام بھی راؤ جی کو اپنی طرف سے کھچا دیکھ کر کھچا رہتا تھا اور اراکین سلطنت راؤ جی کی تلون طبعی و کمزوری کو دیکھ کر رام کو بھڑکاتے رہتے تھے۔

مارواڑ کے امیر گھرانوں میں مردوں کے لیے ڈاڑھی ترشوانے اور عورتوں کے لیے ہاتھی دانت کا چوڑا پہننے کے دو بڑی خوشی کے موقع ہیں۔ ان تقریبوں میں خوب محفلیں آراستہ ہوتی ہیں۔ خوب دعوتیں کھلائی جاتی ہیں۔ رام 1604 میں سولہ برس کا ہوگا۔ اس کیے تھوڑی تھوڑی ڈاڑھی مونچھیں بھی مکمل آئیں۔ ڈاڑھی جب تک ٹھڈی کے اوپر بیچ میں سے نہیں تراشی جاتی۔ اس وقت ہندو مسلمانوں میں کوئی امتیاز کی علامت نہیں رہتی۔ گویا ہندو اور مسلمان میں ڈاڑھی کی ہی پہچان ہے۔ رانی لاچھل دئی نے اپنے بیٹے مارام کی ڈاڑھی چھٹوانے کا سامان کر کے راؤ جی سے اس رسم کے ادا کرنے اور جشن منانے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ مگر چوں کہ جو دھپوری میں بہت گرمی تھی اس لیے رام کی تجویز ہوئی کہ منڈور میں جا کر خوشیاں منائے۔

جودل کش باغوں اور نظاروں سے بھرا ہوا ہے اس بہانے سے وہ مندور چلا آیا اور

یہاں اپنے دوستوں اور معاونوں اور رازداروں کو جمع کر کے بولا راؤ جی ضعیف ہو گئے ہیں۔ ان کی بدنظمی سے ملک میں جھڑے مچے ہوئے ہیں۔ اپنے عزیز لوگ روز بروز دشمنوں سے ملتے جاتے ہیں۔ پس آج یہاں سے چلتے ہیں انہیں پکڑ لو اور قید کرو تا کہ ملک میں امن و امان ہو جائے، یہاں یہ صلاح ہوتی رہی ادھر راؤ جی کو بھی اس کی خبر لگ گئی۔ انہوں نے جھٹ پٹ کچھواہی رانی لاچھل دئی کوڈیوڑھی پر پاکی بھجوا دی اور کہلایا کہ ابھی قلعہ سے نیچے آ جاؤ۔ راؤ جی نے پوچھا میری خطا؟ جواب ملا کہ تیرا بیٹا تجھ سے بتا دے گا۔ رانی کو اسی دم قلعہ چھوڑنا پڑا۔ شام کو رام بھی ہشہ نخوت میں جھومتا ہوا آیا اور قلعہ میں جانے لگا تو قلعہ دار نے کہا آپ کو اندر جانے کا حکم نہیں ہے۔ رام نے کہا کہ جا کر راؤ جی سے پوچھو میں نے کوئی خطا کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا تم ناخلف ہو اور قلعہ میں رہنے کے قابل نہیں۔ بہتر ہے کہ تم گونڈو ج چلے جاؤ۔ وہیں تمہارے لیے سب انتظام کر دیا جائے گا۔ مجبوراً رام اپنی ماں کے ساتھ گونڈو ج چلا گیا۔ جھالی رانیوں نے جب یہ کام اپنے مطابق کر لیا تو اب روٹھی رانی کے درپے ہوئیں کہ کسی طرح یہ سل چھاتی پر سے سرک جاتی تو پھر کسی بات کا کھٹکانہ رہتا۔ ہمارے ہاتھ میس راؤ جی ہی ہیں۔ جو چاہتے کرتے۔ چنانچہ راؤ جی کے کان بھرنے لگیں کہ روٹھی رانی ہی کے اشارے سے رام ایسا نا فرما نبردار اور مفسدہ پرداز ہو گیا ہے۔ رانیوں کے ایما سے اور لوگوں نے بھی روٹھی رانی کی شکایت کی۔ یہاں تک کہ راؤ جی نے اسے بھی گنڈو ج بھیج دیا۔ اب کی بار شوہر کا حکم اس نے بڑے شوق سے مانا کیوں کہ کچھواہی رانی اور مامرام سے اس کی بہت محبت ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ وہ راؤ جی کو اتنی تشویشوں میں مگنلا دیکھ کر انہیں وق کرنا مناسب نہ سمجھتی تھی۔ جس دن اس کے گونڈو ج جانے کی خبر نو اس میں پہنچی۔ اس کے سوتوں کے گھر گھی کے چراغ جلے۔

مامرام کی شادی رانا اودے سنگھ کی لڑکی سے ہوتی تھی۔ گونڈو ج میں اپنا نباہ نہ

دیکھ کر وہ اودے پور چلا گیا۔ رانا نے اس کے بڑی خاطر مدارات کی اور موضع کیلوہ اس کے قیام کے لیے دیدیا جو مارواڑ سے بہت نزدیک ہے۔ تھوڑے دنوں میں رام اپنی ماں اور مادنی دونوں کو اسی جگہ لے گیا اس طرح جھالی رانیوں کی آنکھ کا کاشا نکل گیا۔ راؤ جی خارجی اور اندرونی تردوات سے فرصت پا کر تسخیر ممالک میں مصروف ہو گئے اور بہت سے کھوئے ہوئے علاقے پھر لے لیے بلکہ کئی نئے علاقے بھی فتح کیے۔

مگر فتوحات کا سلسلہ بہت جلد ٹوٹ گیا۔ اکبر کے تحت پر آنے اور زور پکڑنے سے راؤ جی کو اپنی ہی پگڑی سنبھالنی دشوار ہو گئی۔ رفتہ رفتہ کتنے علاقے ہاتھ سے نکل گئے۔ جواں بخت بادشاہ کی پر جوش یلغاروں کا بوڑھا راؤ کیا سامنا کرتا۔ اس کی زندگی کے دن بھی پورے پورے ہو گئے تھے۔ آخر 1619 کے کاتک مہینہ میں راؤ ملدیو نے بڑی کامیابی سے سلطنت کرنے کے بعد جنت کی راہ لی۔

## روٹھی رانی کا ستی ہونا

رانی ستی ہونے کی تیاریاں کرنے لگیں۔ جھالارانی کو اس کے بیٹے چند رسن نے ستی ہونے سے روک لیا اور کہا کہ دو چار دن میں سب سردار باہر آ جائیں گے۔ ان سے میرہ اعانت کا وعدہ کرا کے تب ستی ہونا۔ جھالارانی نے چند رسین کو باوجود اودے سنگھ سے چھوٹے ہونے کے راؤ جی سے کہہ سن کر ولی عہد بنوا دیا تھا۔ رانی ہیرادنی نے بھی سمجھایا کہ چند رسین کو اس طرح چھوڑ کر ستی ہونے میں بہت نقصان ہوگا۔ آخر رانی سروپ دئی ٹھہر گئی۔ اس وقت ستی نہ ہوئی۔ دوسری رانیاں، خواسیں، رکھیلیاں جو شمار میں اکیس تھیں، راؤ جی کی لاش کے ساتھ جل مریں۔

راؤ جی کے مرنے کی خبر بہت جلد سارے دیس میں پھیل گئی۔ ان کے بڑے بڑے سردار اپنے سر منڈوا کر اور جو دھ پور میں آنے لگے۔ رانی سروپ دئی نے وفات کے پانچویں دن سب سرداروں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ راؤ جی نے

میرے بیٹے چند رسین کو اپنے ہاتھ سے ولی عہد بنایا تھا۔ اب میں آپ کے ہاتھوں میں یہ فیصلہ چھوڑ کر سستی ہوتی ہوں۔ سرداروں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ چند رسین ہمارے راؤ ہیں اور ہم ان کے چا کر۔

اس جھیلے میں اور کئی دن کی دیر ہو گئی۔ رانی روز سستی ہونے کی تیاری کرتی مگر ایک نہ ایک ایسا سبب پیدا ہو جاتا جس سے رکنا پڑتا۔ آخر اسے غصہ آ گیا۔ بیٹے سے جھلا کر بولی: تو نے اپنے راج کے لیے مجھے راؤ جی کے ساتھ جانے سے روک لیا اور ابھی تک تو خود غرضی کی دھن میں میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مگر جس راج کے لیے میرا دھرم تو نے توڑا اس راج سے تو یا تیری اولاد کو کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گی۔ یہ بدو عادے کر رانی سروپ دئی نے چتا بنوائی اور راؤ جی کی پگڑی کے ساتھ سستی ہو گئی۔

دوسری پگڑی وفات کے تیسے ہی دن کیلوہ میں پہنچی جہاں کھجوانی رانی اور راؤ مادنی کمار رام کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس پگڑی کو دیکھتے ہی روٹھی رانی اور او مادنی کمار رام کے ساتھ چھوڑ دی۔ اس کا سارا گھمنڈ دور ہو گیا۔ رو کر کہنے لگی اب کس سے روٹھوں گی۔ جس سے روٹھی تھی وہی اب نہ رہا تو جی کر کیا کروں گی۔ اس نے میری مان رکھ لی۔ اس نے میرا گھمنڈ نباہ دیا۔ اب میں کس لیے جیوں۔ میری چتا ابھی بناؤ۔ میں راؤ جی کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ ادھر لا چھل دئی بھی سستی ہونے کی تیاری کرنے لگی مگر اس کا بیٹا رام اپنے باپ کا جانشین بننے کی دھن میں ماں کو سستی ہونے تک نہ ٹھہرا۔ اودے پور چل دیا۔ اس کی سہجلیت اور بے ادبی ماں کو بہت ناگوار ہوئی۔ کف افسوس مل کر بولی: رام! تیرے لیے ہمیں جو دھ پور چھوڑ کر یہاں دن کاٹنے پڑے اور تو ہمیں اس طرح چھوڑ کر بھاگا جاتا ہے۔ جا! اگر میری زبان میں کچھ اثر ہے تو تجھے کبھی مارواڑ میں رہنا نصیب نہ ہو گا۔ تو یا تیری اولاد کبھی مارواڑ کا راج نہ کرے گی۔ ہمیشہ دوسرے ملک کی خاک چھانتی پھرے گی۔

چتا تیار ہوتے ہی یہ خبر دور دور تک پھیل گئی کہ روٹھی رانی بھی راؤ جی کی پگڑی کے



ساتھ ستی ہوتی ہے۔ چار چار پانچ پانچ کوس سے لوگ اس ستی کا درشن کرنے کے لیے دوڑے۔ سب ہاتھ جوڑ کر کہتے تھے۔ ستی ماتا تجھے آفریں ہے۔ سچی ستی اس کلجگ میں تو ہی ہے۔ دھن ہے تجھ کو اور تیرے ماں باپ دھن ہے اس دیس مارواڑ کو جسے تو ستی ہو کر پاک کر رہی ہے۔ لاچھل دئی! تجھے بھی دھن ہے۔ تم دونوں ہی عصمت کی دیویاں ہو۔ تمہیں ہمارا پرنام ہے۔

چتا تیار ہو گئی، باجے بجنے لگے۔ دونوں رانیاں گھوڑوں پر سوار ہو کر بازاروں سے نکلیں۔ جوق در جوق لوگ دیکھنے کو پھٹے پڑے تھے۔ روپے زیور اور جواہرات لٹائے جا رہے تھے۔ چتا پر پچھن کر دونوں آمنے سامنے بیٹھیں اور شوہر کی پگڑی بیچ میں رکھ لی آگ دینے والا کوئی نہ تھا۔ سب لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ فرط ادب سے کسی کہ منہ سے آواز بھی نہ نکلتی تھی۔ روٹھی رانی کا چہرہ چاند سا چمک رہا تھا۔ یکا یک مار رام کے بے عزتی کا خیال آتے ہی سرخ ہو گیا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے نازک زبان کو ہلساتے ہوئے یہ کلمے نکلے ”میں تو اپنے شوہر سے روٹھ کر آئی سو آئی پر کوئی دوسری عورت اس طرح سوت کے بیٹے کا ساتھ کبھی نہ دے۔“

لاچھل دئی اس کا یہ جلال دیکھ کر ڈری کہ کہیں میرے بیٹے کو سخت بدعائد دے دے خود بیچ میں بول اٹھی تاکہ روٹھی رانی خاموش ہو جائے۔ ”بائی جی! اس ناخلف نے سگی ماں کا تو کچھ خیال ہی نہ کیا، اور کیا کرتا، وہ ذرا دیر ٹھہر جاتا تو ہمیں راؤ جی کے ساتھ جانے میں اتنی تاخیر نہ ہوتی۔ اس کو روکتا کون تھا، آگ دیکھ کر تو چلا جاتا۔“

شوہر کا پیارا نام سن کر او مادی کو جوش آ گیا۔ شوہر کی سچی محبت، سچا عشق، اس پر چھا گیا۔ اس وقت اس کی نگاہ جس پر پڑتی تھی۔ وہ متوالا ہو جاتا تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

نمین چھلے بیٹا چھلے، چھلے ادھر مسکائے

چھلکی درشت جا پر پڑے روم روم چھک جائے

یعنی باتیں اور تبسم کرنے والے ہونٹ سب نشہ میں مست ہیں اور مست نگاہیں جس پر پڑتی ہیں اس کا رواں رواں مست ہو جاتا ہے۔

پھر روٹھی رانی نے ذرا سنبھل کر کہا دیکھ یہاں کوئی راٹھور تو نہیں ہے؟ حسن اتفاق سے جیت مالوت نام کا ایک کنگال راٹھور ملا۔ وہ ڈرتا ڈرتا آیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ستی ماتا! مجھ پر دیا کیجیے۔ میں تو بھوکوں سے تنگ ہو کر مارواڑ چھوڑ آیا ہوں اور میواڑ میں محنت مشقت کر کے پیٹ پالتا ہوں۔ میں چتا میں آگ دینے کے قابل نہیں ہوں۔ اومادنی نے کہا کہ ٹھا کر ڈرو مت! اشنان کر کے چتا میں آگ دے دے۔ تم راٹھور بنس سے ہو۔ اس لیے تمہیں بلایا ہے۔

اس نے پھر عرض کی۔ ستی ماتا! آگ تو میں دوں گا پر ماتنی فرش بچھا کر بارہ دن کہاں بیٹھوں گا۔ میرا گھر بھی اتنا بڑا نہیں ہے کہ جو دھ پور کی رانی کو داہ کر کے اس میں ماتم کر سکوں۔ میں تو پیڑوں کے نیچے تاروں کے چھاؤں میں رات کاٹا کروں۔ اومادنی نے یہ سن کر نشی کو اشارہ کیا۔ اس نے اس دم رانا جی کے نام ستیوں کی طرف سے خط لکھا کہ رام کو بغیر ستی کیے چلا گیا ہے۔ اب کیلوہ گاؤں اس سے چھین کر جیت مالوت راٹھور کو دے دیں۔ اس طرح ستی نے دس ہزار کا گاؤں اس راٹھور غرین کو دلا دیا۔

جیت مالوت نے چٹھی ہاتھ میں لی اور فوراً نہادھو کر چتا میں آگ دے دی۔ دم کی دم میں وہاں ایک تو وہ خاکستر کے سوا کوئی نشان نہ باقی رہا۔ گھڑی دو گھڑی میں ہوا نے راکھ کے ریزیوں کو ادھر ادھر منتشر کر کے اور بھی قصہ تمام کر دیا۔

تاسخروہ بھی نہ چھوڑی تم نے صبا اور بار

یادگار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

مگر خانہ رہی تو کیا۔ روٹھی رانی کا نام ابھی تک چلا جاتا ہے۔ لوگ ابھی تک اس کے نام کی تعظیم کرتے ہیں اس طرح شادی کے ستائیس برس بعد امائی کا مان ٹوٹا اور

مان کے ساتھ زندگی کا پیالہ بھی ٹوٹ گیا۔

”او مادنی بھٹانی! تجھے دھنہ ہے۔ جب تک تو زندہ رہی تو نے اپنی آن نباہی اور مری بھی تو آن کے ساتھ میر۔ فرشتے ہاتھوں میں پھول لیے تیرے انتظار میں کھڑے ہیں کے تھے دیکھیں اور پھولوں کی برکھا کریں۔ اے پاک دیوی! جا عصمت اور عفت تجھ پر نثار ہونے کو تیار ہیں اور تیرا پیارا شوہر جس کے نام پر تو نے جان دی آنکھیں فرش راہ کیے تیرا منتظر ہے۔“ او مادنی بھٹانی کے سنی ہونے کی خبر جب جو دھ پور پہنچی تو لوگ آفرین کرنے لگے۔ قائم رہے وہ بنس جس میں ایسی ایسی راج کماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ شوہر سے روٹھنے پر بھی جن کی چادر عصمت پر کوئی دھبہ نہیں لگتا جس سے روٹھتی ہیں اسی کے قدموں پر اپنا سر نچھاور کر دیتی ہیں۔ ایسا روٹھنا کہیں کس نے دیکھا ہے؟

راؤ جی کے انتقال کے بارہویں دن جیت مالوت کے لیے جو دھ پور سے پگڑی آئی۔ اس سب کر یا کرم کر کے پگڑی باندھی۔ پھر اودے پور جا کر وہ پ چٹھی رانا اودے سنگ کو دی۔ انہوں نے چٹھی پڑھ کر فرط تعظیم سے اسے سر پر رکھ لیا اور کیلوہ کا پٹہ اس کے نام لکھ دیا۔ اس نے لوٹ کر اس گاؤں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ جہاں روٹھی رانی سنی ہوئی تھی وہاں ایک پختہ چھتری بنوائی تھی جس کا نشان ابھی تک موجود ہے۔ روٹھی رانی کی سفارش سے جس طرح مالوت کو کیلوہ مل گیا۔ اسی طرح اس کی بددعا بھی بے اثر نہ ہوئی۔ مار رام کو جو دھ پور کی گدی پر بیٹھنا نہ نصیب ہوا۔ اودے سنگھ اور اکبر متفقہ کوشش بھی اسے وہاں کا راج دلانے میں ناکام رہیں۔ اسی ناکام سے وہ کچھ دنوں جلا وطنی کی مصیبتیں جھیل کر آخر کار مر گیا اور اپنے ارمان اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اس کے پاتے کیشو داس کو جو اکبر اور جہانگیر کے تذکروں میں کیشو رروما کے نام مشہور ہیں، مالوہ میں ایک چھوٹی سی جاگیر ملی تھی جس کا نام لاجپور تھا۔ مگر 1857ء کے غدر میں یہ ضبط ہو گئی جہاں رانی سروپ دئی کی بددعا بھی آخر کار رنگ لائی۔ اس

وقت تو چند رسمن جو دھ پور کاراؤ ہو گیا تھا۔ مگر بعد کو جب اکبر نے راؤ مال دیو کے مرنے کی خبر پا کر مارواڑ پر فوجیں بھیجیں تو کمار رائے مل اور اودے سنگھ تینوں راج کمار شاہی فوج سے آملے۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ 1622 بکرمی میں چند رسمن نے جو دھ پور خالی کر دیا۔ اکبر نے اس ملک کو سولہ برس اپنے تصرف میں رکھ کر 1640 سمت میں اسے اودے سنگھ کے حوالے کر دیا۔ اس کی اولادیں اب تک جو دھ پور کا راج کرتی ہیں۔ چند رسمن کے پوتے کرم سین کو جہاں گیر نے اجمیر کے علاقے میں بھنانے کا پرگنہ دیا تھا، اس کی اولاد اب تک وہاں ہے اس طرح روٹھی رانی کی کہانی پوری ہوئی۔ وہ نہیں ہے مگر اس کا نام آج ساڑھے تین سو سال گزر جانے پر بھی جوں کا توں بنا ہوا ہے۔

مارواڑ کے کبیشروں نے امادیوی کی تعریف میں جو طبع آزمائیاں کی ہیں وہ ایسی پراثر اور پردرد ہے کہ انہیں پڑھ کر آج بھی رقت آتی ہے اور دل امنڈ آتا ہے اگرچہ اس وقت ستی ہونے کی رسم نہیں ہے۔ مگر ان نظموں اور گیتوں کو پڑھ کر اس وقت کا حسرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ آساجی چارن جس نے ایک دوہا پڑھ کر امادیوی کو ہمیشہ کے لیے شوہر سے الگ کر دیا تھا، اس وقت ایک موضع میں بھاریلی اور بھاگا کے ساتھ رہتا تھا۔ جب اس نے روٹھی رانی کی ستی ہونے کی خبر پائی تو بولا۔ ”اے امادیوی! تجھے دھنہ ہے۔ تو نے کہا تھا جب آخر دم تک میرا مان رہ جائے تب تعریف کرنا جیسا تو نے کہا تھا کر دکھایا تیری ہمت و حمیت کو ہزار و آفریں ہے!“ آساجی نے اسی وقت چودہ بندوں کی ایک نظم لکھی اور اس کی نقلیں سارے راجپوتانہ میں بھجوائیں کیونکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر میں تمہارے بعد تک زندہ رہا تو تمہارے نام کو زندہ جاوید بنا جاؤں گا۔ بات کے پکے نے وعدے کو وفا کیا۔ یہ اشعار آج تک مارواڑ میں بچہ بچہ کی زبان پر ہیں اور جب تک ان شعروں کے پڑھنے والے باقی رہیں گے روٹھی رانی کا نام روشن رہے گا۔

(1) راؤ مال دیوسمت 1585 میں گدی پر بیٹھا۔

(2) تورن باندھنا تورن مارواڑی زبان میں محراب کو کہتے ہیں۔ یہ سرال کے دروازے پر جا کر محراب کو چھڑی یا تلوار سے چھوتا ہے۔ اسے تورن چھونا تورن چکنا مارنا کہتے ہیں۔ چونکہ گھروں کے دروازے پر محراب دار ہی ہوتے ہیں اس لیے تورن کے معنی دروازے کے سمجھنے چائیں۔ شادی کے موقعوں پر دروازوں پر کاٹھ کر چڑیوں کا ایک گدستہ بنا کر لٹکا دیتے ہیں۔

(3) چوڑی اس مقام کو کہتے ہیں جہاں شادی ہوتی ہے۔

(4) ایسی مثالیں اس زمانہ کی تاریخوں میں اکثر ملتی ہیں۔ بندھیل کھنڈ کی داستان ایسی ہی روایتوں سے بھری پڑی ہے۔

(5) جیسلمیر میں ایک جھیل ہے۔

(6) جوتش کی اصطلاح ہے۔ جب دونوں گرہ یک جا ہو جاتے ہیں تو انسان کی زندگی پر زوال آتا ہے۔ جنسہ اسی طرح جیسے قرآن السعدین انسان کے لیے بہت مبارک سمجھا جاتا ہے۔

(7) جیسے برکی ماں برات روانہ ہونے کے قبل اسے دودھ پلاتی ہے ویسے ہی ساس اس کے ماتھے پر وہی لگاتی ہے یعنی اسے اپنی لڑکی کا شوہر مان لیتی ہے۔ کہاوت ہے وہی کی بات سہی۔

(8) یہ بھی شادی کی ایک رسم ہے۔

(9) گیت کا مطلب یہ ہے کہ باپ لڑکی اس وقت دے چکتا ہے جب داماد گلے ملتا ہے ماں اس وقت جب وہ داماد کے ماتھے پر وہی کا ٹیکہ لگاتی ہے۔ اس کے بعد وید اور شاستر کے مطابق لڑکی کی شادی ہوتی ہے۔ اس وقت اس پر چچا ماموں اور پھوپھی کا جھوڑا بہت حق رہ جاتا ہے اگر چچا کچھ کہنا یا اعتراض کرنا ہوتا ہے تو پہلے

پھیرے تک کر سکتا ہے۔ ماموں دوسرے پھیرے تک اور پھوپھی تیسرے پھیرے تک اور چوتھے پھیرے میں لڑکی پرانی ہو جاتی ہے۔ پھر کسی کا اس پر کوئی حق باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی لیے چوتھے پھیرے کے پہلے ہی دو لہاؤں کے آگے آ جاتا ہے۔ گویا اس وقت سے وہ اس کا خوند اور آقا مانا جاتا ہے۔ اس گیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پھوپھی کا حق لڑکی پر بہت مانا گیا ہے۔

(10) کلال کلوار کو کہتے ہیں جس کا پیشہ شراب کھینچنا اور فروخت کرنا ہے۔

(الف) اس بند میں راٹھور خاندان کی برائی کی گئی ہے اصل یوں ہے۔۔

برج ویسا چشندن بناں سیرو پھاڑاں موڑ (ناج)

گرڑ کھگان لنگا گڈھان راج کلان راٹھور (چڑیا)

(ب) اس دوہرے میں شراب پینے کا شوق دلایا گیا ہے۔

روپیوں رن چڑھو راتا را کھونین (سرخ)

بیری تمہارا جل مرے۔ سکھ پاوے گاسین (دوست)

(ج) یہ بند شراب کی تعریف ہے۔ وارو دلی آگرہ۔ وارو۔ بیکانیر وارو پیو صاحب!

سورو پیان را پھیر

(د) اس دوہرے میں چند اچھی اچھی چیزیں بتائی گئی ہیں۔ سورٹھ رو د بھا بھلر۔

پڑا بھلو سفید۔ ماری تو نیلی بھلی۔ گھوڑا بھلو۔ کیت نازمین (بھرا لائے سکھڑ کالی

(11) اصل گیت یوں ہے۔ محالاں پدھارو مہاراج ہو

دارو دارو۔ محالا پدھارو مہاراج ہو (شائق)

گدری جو ہوں سجا باٹ ہو (دیر سے)

(12) اصل گیت یوں ہے متھرا پنگل۔ پراگ۔ مرو۔ لاہوری۔ بھیز۔

دیر اور گڈھ کنجی اور نگر جی سلمیر

محالاں پدھارو مہاراج ہو!

(13) رنگ مانو ہمارے راؤ

تاراں چھائی رات۔ پھولا چھائی سچ۔

گوری چھائی ہے روپ۔ پیارے بیگاں بیگاں آؤ (جلد)

رنگ مانو ہمارے راؤ!

(14) بھرا لائے گھڑ کلائی وارو وا کھاروا (امور)

سونے رے بھٹی کروں۔ روپے رے گھر نار

ہاتھ پیالو دھن کھڑی پیورا بکھار (مازنیں)

(15) آم پھلے پروار سوں۔ مہو پھلے پت کھوئے

تو کورس سا جن پئے۔ لاج کہاں تے ہوئے

جس وقت مہوئے کے پھول لگتے ہیں سارے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ پت اور

پتے میں صنعت لفظی رکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب شراب بے شرم مہوے سے

بنتی ہے تو شراب پینے والا کیوں کر لاج نبھاسکتا ہے۔

(16) اصل گیت یوں ہے۔۔ بھرا لائے گھڑ کلائی

پلاں تو چھی کلائی ہمارا مارو جی رے

کی

اب چھے عالی جاری گھرنا۔ (گھروانی)

کے کی

(17) بجلیاں ماڈے چیان او پر لے رلیا

پروسیاں راسا جتا پتی جے ملیاں

لڑی لینی ان لے باندھی چری کپاس

اسی دینی بچ گئی پیورے پاس

(18) مان گمان کا منی اندے بڑ بھاگ

روٹھی بیٹھی تیج میں مالدیو پیتا گ

(19) رانی بنو گتا بے چند راٹھور کی لڑکی تھی۔ بے چند اور پرتھی راج دونوں میں عرصہ سے چسک چلی آتی تھی۔ بنو گتا جن سیانی ہوئی تو بے چند نے اس کا سو نمبر رچایا مگر پرتھی راج کو اس میں شریک ہونے کی دعوت نہ دی۔ پرتھی راج کو یہ بہت ناگوار گزرا۔ وہ بلا اطلاع چڑھ آئے اور رانی کو سو نمبر سے زبردستی نکال لے گئے۔ راٹھوروں نے تعاقب کیا اور راستہ میں بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ میدان چوہان کے ہاتھ رہا۔ پرتھی راج نے بنو گتا سے شادی کر لی۔ اس واقعہ کو راٹھوروں کے روبرو بیان کرنا یا ساکھلے اشارہ کرنا گویا انہیں دندان شکن جواب دینا ہے۔

(20) یہ برج قلعہ اجیری میں دھن کی طرف واقع ہے۔

(21) کریتی ہانڈی مہارانا سنگا کی رانی اور اوڑے سنگھ کی ماں تھی۔ جب کجرات کے بادشاہ سلطان بہادر نے 1591ء سمیت میں چوڑ کا قلعہ تسخیر کیا تو کریتی بہتر ہزار عورتوں کے ساتھ عصمت بچانے کے لیے چتر بنا کر جل مری۔

ایسی مثالیں رچوتوں میں اکثر ملتی ہیں۔

(22) جودھ پور کے شان یا جھنڈے میں چیل کی تصویر بنی ہوتی ہے یہ راٹھوروں کا قومی نشان ہے۔

(23) اومانی سانکھیلی گاھگروں کے راجہ چل داس کی رانی تھی۔ اس کی سموت سرہمی رانی راجہ کے ایسی منہ لگی تھی کہ راجہ اس کے خوف سے سانکھیل کے پاس نہیں جاتا تھا۔ جب اس طرح بہت سال گزر گئے تو ایک دن سوڑھی رانی نے سانکھیلی کے پاس ایک بیش بہا ہار دیکھا کہ ایک عورت کے لیے مانگا۔ اس نے اس شرط پر وہ ہار دیا کہ سوڑھی راجہ کو ایک رات اس کے پاس آنے دے۔ سوڑھی نے یہ بات منظور کر لی۔ مگر راجہ کو سمجھا دیا کہ جانا مگر چپ چاپ رات کاٹ کر چلے آنا۔ راجہ نے ویسا ہی کیا۔ سویرے سانکھیلی رانی نے بڑی حسرت ویا اس کے لہجہ میں دوہا پڑھا مگر زن



مرید راجہ کو ذرا بھی ترس نہ آیا۔ راجہ جوتانہ کے لوگ مایوسی کے عالم میں یہ دو ہاپڑھا کرتے ہیں۔

(24) بیرم جی راؤ مالدیو کا رشتہ میں دادا ہوتا تھا۔

(25) جیتا اور کونپا میں بیرم جی کی طرح راؤ جی کے خاندان کے تھے۔

(26) اس ملک کی خاص پیداوار باجرہ ہے۔

(27) یہ گاؤں پرگنہ میڑتہہ کو سانہ سے جو پرگنہ بیلا ریں ہے۔ دو تین کوس پر ہے۔

(28) منڈور ماواڑ کی پرانی راجدھانی ہے۔ جودھ پور سے تین کوس شمالی میں ایک

پیٹری کے نیچے بسا ہے۔

(29) جب کوئی راجہ مرتا تھا تو ناظر اس کی پگڑی لے کر محل سرائے میں جاتا تھا۔

سستی ہوئے والی رانی اس کی پگڑی لے لیتی تھی۔

دوسری رانیاں بھی اس کے ساتھ ہو جاتی تھیں۔ جو رانی کہیں دور ہوتی تھی اس کی

پگڑی روانہ کر دی جاتی تھی۔

(30) وہاں ماتم میں جاجم بچھا کر بیٹھنے کا رواج ہے۔

----- اختتام -----